مُختصَر سوانح

مولانا الیاس رحمۃاللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ و رفیق

عرب ملکوں مین دعوت تبلیغ کے کام کے استحکام مین حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃاللہ علیہ کے رفیق

اور برسوں حجاز کا قیام زاہدانہ زندگی بے نفسی

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی ؒ

اخلاص وانابت الی اللہ راسخ دینداری

مستقل الفکر داعی دینی جنون اور خصوصیات کا ایک اندازہ

تَحریر

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃاللہ علیہ

Source book available on the link http://abulhasanalinadwi.org/puraane%20chiraag-3.pdf

مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ

راقم سطور ۱۹۸۹ء کے دوسرے ہفتے میں جنوبی ہند کے ایک طویل دورے پر تھا، اس کی آخری منزل بنگلور میں ۱۵ر فروری ۱۹۸۹ء (۸ر رجب ۱۴۰۹ھ) براہِ دہلی لکھنؤ واپسی کا پروگرام تھا، اور ۱۲ر بجے دوپہر کو بنگلور سے ہوائی اڈے کے لیے روانگی ہونے ہی والی تھی کہ ہمارے مخلص وکرم فرما میزبان الحاج موسیٰ سیٹھ صاحب نے اطلاع دی کہ ''ابھی دہلی سے ٹیلی فون آیا ہے کہ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کا اچانک آج صبح انتقال ہوگیا اور بعد نماز ظہر تدفین ہے'' قدیمی وقریبی رفاقت، مولانا مرحوم کے کمالات وخدمات اور تبلیغی جماعت ودعوت میں ان کے مقام ومرتبے سے واقف ہونے کی بنا پر دل ودماغ کو اس اطلاع سے صدمہ پہنچا اور تقریباً نصف صدی کا تعلق اور سفروں کی ایسی رفاقت جو بہت کم لوگوں کو بہت کم لوگوں کے ساتھ نصیب ہوتی ہے، حافظے میں تازہ ہوگئی، یہ معلوم کرکے کہ نماز ظہر کے بعد ہی تدفین ہوجائے گی، نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی (جو ایک صاحب تعلق کی آخری آرزو اور سعادت ہوتی ہے) بھی امید نہیں رہی، ہمارا جہاز تقریباً ۳ر بجے دہلی پہنچا، اس کے بعد ہی کے جہاز میں ہماری لکھنؤ کے لیے سیٹ تھی، اس لیے اس کا بھی موقع (وقت کی تنگی اور اپنی صحت اور نقل وحرکت کی دقت کی وجہ سے) نہ تھا کہ میں تبلیغی مرکز جاکر امیر جماعت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور مرحوم کے ان فرزندوں اور عزیزوں سے (جو اس وقت موجود ہوں) تعزیت کرلیتا، ایک ذہنی کشمکش اور قلبی تاثر کی حالت میں لکھنؤ کے لیے روانہ ہوگیا، شدید مصروفیتوں اور متعدد

www.abulhasanalinadwi.org

قریب وبعید کے سفروں کی وجہ سے تاخیر سے یہ چند تعزیتی سطریں لکھائی جارہی ہیں کہ دل کا کچھ بار ہلکا ہو اور اس عزیز وقریب رفاقت کی جوارض پاک (حجاز مقدس) اور بلاد عربیہ میں میسر آئی اور جس کی نوبت بہت کم عزیزوں اور رفیقوں کے ساتھ پیش آئی ہوگی، کسی قدر یاد تازہ اور محفوظ ہوجائے، اور ضمناً مولانا کی بعض یگانہ خصوصیتوں اور اوصاف وکمالات کی جھلکیاں بھی قارئین کے سامنے آجائے کہ ان میں دینی دعوت کا کام کرنے والوں اور اہلِ علم وفضل کے لیے مفید سبق اور راہِ دین کے چلنے والوں اور سالکین کے لیے نشانِ راہ اور قابلِ تقلید بلکہ قابلِ رشک عملی کردار کے نمونے ہیں۔

۱۹۴۰ء کے اوائل سے میرا اور رفیق محترم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت سے ربط وتعلق پیدا ہوا (۱)۔

مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا کی خدمت وتربیت اور دعوت کے کام میں رفاقت واعانت میں جو اشخاص نمایاں نظر آئے ان میں ایک نوجوان مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ بھی تھے، جو قریب زمانے میں مدرسہ مظاہر العلوم سے فارغ ہوکر مولانا کی خدمت میں سب طرف سے یکسو ہوکر پڑ گئے تھے، مجھے معلوم ہوا کہ طالب علمی ہی کے آخری دور میں مولانا کی ان پر اور ہمارے محترم مولانا سعید احمد خاں صاحب پر خصوصی نظر انتخاب پڑی تھی، اور دونوں نے اسی زمانے سے حضرتؒ سے اور ان کے اس کام سے تعلق پیدا کرلیا تھا، یہاں تک کہ فراغت کے بعد سب طرف سے آنکھیں بند کرکے ان کے قدموں میں آکر پڑ گئے تھے، مولانا کی ان پر شفقت واختصاص کی نظر تھی، خط وکتابت کا زیادہ تر کام مولانا عبید اللہ ہی کے سپرد تھا، اور اہم موقعوں پر وہی بھیجے جاتے تھے، مولانا کی علمی استعداد بہت اچھی تھی، اگر وہ درس وتدریس کا کام شروع کرتے تو ممتاز اور نامور علماء میں ان کا شمار ہوتا، خود میرے ذریعے سے مولانا نے ان کو ایک پیغام پہنچایا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ

(۱) جس کی تفصیل کتاب ''حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت'' کے مقدمہ میں اور ''کاروانِ زندگی کے حصۂ اول باب نہم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا ان کو اس تحریک و دعوت کا ایسا سرمایہ سمجھتے ہیں، جو اسی کام کے لیے وقف ہے اور رہے گا۔

مولانا کو اس کی بڑی آرزو تھی کہ اگر ہندوستان کا کام کچھ جم جائے تو اپنے چند مخصوص رفقاء کے ساتھ اسلام کے اصل مرکز (حجاز مقدس) جا کر اس کام کی دعوت دیں اور وہاں اس کو شروع کریں کہ یہ وہیں کی سوغات ہے، اور انہیں کے ذریعہ یہ دولت عالم اسلام میں گھر گھر بٹ سکتی ہے، اس سلسلے میں خود حضرت نے ایک مرتبہ تنہائی میں مجھ سے اس کام میں رفاقت واعانت کے لیے جن کے نام لیے ان میں مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا سعید احمد خاں صاحب اور مولوی نور محمد صاحب میواتی کا نام تھا، اور یہ ان کی فراستِ ایمانی اور روشن ضمیری تھی کہ انہیں اول الذکر دونوں رفقاء نے حجاز میں سالہا سال قیام کیا، اور انھیں کے ذریعہ وہاں کام کا تعارف ہوا اور اس کی بنیاد پڑی۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی وفات کے بعد حضرت کا یہ جذبہ اور تمنا دوسرے خصائص کی طرح ان کے فرزند و جانشین مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف منتقل ہوا، ۱۹۴۵ء میں انھوں نے جماعت کے بعض خواص کو حجاز روانہ کیا، ۱۹۴۶ء میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کو حجاز کے قیام اور وہاں کے کام پر متعین فرما دیا، انھوں نے وہاں بڑے سلیقے، صبر و تحمل اور مجاہدے کے ساتھ کام کیا، اور وہاں اس ایثار و قربانی اور زہد و توکل، حرمین کے قیام سے روحانی استفادہ، اور ساکنین حرم کے احترام اور مرتبہ شناسی کا وہ ثبوت دیا جو وہی لوگ دے سکتے ہیں، جنھوں نے کسی شیخِ کامل کے دامنِ عاطفت میں تربیت حاصل کی ہو اور جس کے اخلاق، اور رفتار و گفتار کی ایک بلند دینی اور روحانی ماحول میں تشکیل ہوئی ہو، اور وہ اس سرزمینِ مقدس پر قیام کو اپنے لیے مبارک اور مسعود بھی سمجھتا ہو اور اس کی عظمت و نزاکت کی وجہ سے ایک نازک امتحان بھی باور کرتا ہو۔

لیکن کام شروع ہونے کے ایک سال بعد تک وہ مہاجر اور ہندوستانی حجاج

www.abulhasanalinadwi.org

میں محدود رہا، مولانا عبید اللہ صاحبؒ نے اپنے اخلاق وتواضع اور اہلِ دین واہل علم کے اکرام، حرم اور اہل حرم کے شایانِ شان احترام کی بنا پر عرب عوام کو کام سے روشناس اور ایک حد تک مانوس کر دیا تھا، اور بہت سے اہل علم اور واقف حضرات ان کی بے نفسی، تواضع اور اخلاص واخلاق کے نہ صرف معترف بلکہ گرویدہ بن گئے تھے، مولانا عبید اللہ صاحب اپنے دعوتی جذبے اور اپنی قوت مطالعہ اور حقیقت پسندی کی بنا پر کچھ عرصے میں یہ محسوس کرنے لگے کہ اس دعوت کو حجاز کے تعلیم یافتہ طبقے اور علمی حلقوں میں بھی پہنچنا چاہیے اور وہاں کے نوجوانوں، اہلِ علم اور اہلِ ذوق کو بھی اس سے مانوس اور اس کا گرویدہ بنانے کی ضرورت ہے، مولانا عبید اللہ صاحب نے اسی دعوتی فکرمندی اور خلوص کی بنا پر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی خدمت میں پے در پے خطوط لکھے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں ان کی مدد کے لیے کچھ عرصے کے لیے مجھے حجاز کے قیام کرنے پر آمادہ فرمائیں، وہ میرے ادبی اشغال کو جانتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں ہونے والی ایشیائی کانفرنس دہلی میں پیش کیے جانے والے میرے مقالہ "إلى ممثلي البلاد الإسلامية" کا بھی ان کو علم تھا، مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے مجھے سفرِ حجاز کے لیے آمادہ کر لیا اور میری رفاقت کے لیے عزیز گرامی مولوی سید محمد ثانی مرحوم (مصنف سوانح یوسفی) کا انتخاب کیا، تاکہ میں (جو مستورات کے ساتھ سفر پر جا رہا تھا) دعوت کے کام کے لیے وقت نکال سکوں اور خانہ داری اور انتظامات کی مصروفیت سے آزاد ہوں، حجاز پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ مولانا عبید اللہ صاحب نے اپنی سرگرمی، بے نفسی اور خلوص اور دینی سیرت واخلاق کی بنا پر دعوت کے کام کے لیے بہت کچھ زمین تیار کر لی ہے، اور ان لوگوں کے دلوں میں جن کو ذرا بھی اس کام سے سابقہ اور ان کی ذات سے رابطہ رہا ہے، ان کے لیے عزت وعقیدت کے جذبات ہیں، ۲ر رمضان المبارک سے لے کر ۲۰ر ذی القعدہ تک قیام مدینہ طیبہ رہا، وہاں مدرسہ

www.abulhasanalinadwi.org

علوم شرعیہ کے ایک مکان میں عربوں کا اجتماع ہوتا تھا، راقم اور مولانا عبید اللہ صاحب اس میں دعوت کے تعارف وترجمانی کا فرض انجام دیتے تھے، حوالیِ مدینہ میں بھی گشت ہوتے تھے، اور اطراف ونواح میں بھی جماعتیں جاتی تھیں، اس پورے نظام میں مولانا عبید اللہ صاحب ہی امیر جماعت اور ایک تجربہ کار قائد کی طرح رفاقت ورہنمائی فرماتے تھے، اس سلسلے میں کہیں اپنی ذات کو نمایاں کرنے اور خودنمائی اور احساس برتری کا شائبہ بھی دیکھنے میں نہیں آتا تھا، جو اچھے اچھے دینی کارکنوں اور روحانی مرکزوں میں رہنے والے تربیت یافتہ حضرات میں بھی ایک نادر ونایاب صفت ہے۔

ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء) میں حضرت مرشدنا مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری کی ہمرکابی میں راقم سطور اپنے چار عزیز رفیقوں اور ندوی فضلاء کے ساتھ حج ودعوت دونوں مقاصد کے لیے عازمِ حجاز ہوا، اس دوسال کی مدت میں وہاں کا تبلیغی کام کچھ اور وسیع اور متعارف ہوگیا تھا، لیکن حجاز کا علمی وادبی حلقہ اب بھی اس سے یا تو بے تعلق تھا یا اجمالی واقفیت اور تحسین واعتراف سے آگے نہیں بڑھا تھا، لیکن مولانا عبید اللہ صاحب کی گہری اور راسخ دینداری، اخلاص وانہماک اور زاہدانہ زندگی پر سب کا اتفاق تھا، مجھے زمانۂ قیام میں معلوم ہوا کہ عسر وابتلا کے اوقات بھی ان پر گزرے ہیں اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، اسی زمانۂ قیام میں حافظ سید محمود صاحب نائب مدیر مطبعۃ الحکومۃ اور حجاز کے معروف ادیب ومحقق شیخ احمد عبدالغفور عطار کے ذریعے (جنھوں نے بستان بخاری میں مکہ معظمہ کے ادیب، اہل قلم، صحافی اور محکمۂ تعلیم کے متعدد نوجوان عہدہ داروں کے مجتمع کرنے کا سامان کیا اور ان کو کھانے پر بلا کر باہمی تعارف وتبادلۂ خیال کا موقع بہم پہنچایا تھا) پہلی بار یہ دعوت، علمی وادبی حلقے میں اونچی سطح سے پہنچی اور اسلامی ودعوتی جذبہ رکھنے والے عرب ادباء اور اہل قلم نے اس کو وقعت وقدر کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا، اس پیش رفت میں مولانا عبید اللہ صاحب کا وسیع ذہن حقیقت پسندی اور دعا وتوجہات کا بڑا حصہ تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حجاز کے قیام ہی میں اس کا اندازہ ہوگیا کہ یہاں کے علمی وادبی حلقے میں اس وقت تک کسی دعوت وفکر کی صحیح وقعت نہیں پیدا ہوسکتی اور وہ اس کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھ سکتے، جب تک کہ وہ مصر کے راستے سے نہ آئے (جس کی حیثیت اس جدید طبقے کی نگاہ میں وہی تھی جو- بلاشبہ اور معذرت کے ساتھ- انگریزی دورِ اقتدار میں جدید طبقہ میں ولایت (انگلستان) کو حاصل تھی کہ وہاں کی آئی ہوئی ہر چیز کو سند اور سکۂ رائج الوقت سمجھا جاتا تھا) اس بنا پر جو ایک بدیہی حقیقت کے طور پر سامنے آئی، میں نے اپنے دو عزیز رفیقوں مولوی قاضی معین اللہ ندوی اور مولوی عبدالرشید ندوی کے ساتھ جو سال ڈیڑھ سال سے دعوت کا کام کررہے تھے، مصر کا سفر طے کرلیا، جس کی تائید اور اس سلسلے میں اعانت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور برادر معظم ڈاکٹر عبدالعلی صاحبؒ نے خطوط اور نقود کے ساتھ کی، ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ، ۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء کو ہم تینوں بحری جہاز سے قاہرہ کے لیے روانہ ہوئے، قاہرہ میں ہمارا قیام ساڑھے چار مہینے رہا، اس سفر کا پورا ''روزنامچہ'' ملاقاتوں کی کیفیت، تقریروں کے خلاصے مختلف حلقوں سے تعلق وارتباط، دینی دعوت وہندوستان کے تعارف کی پوری کہانی راقم کی کتاب "مذکرات سائح فی الشرق العربی" اور اس کے اردو ترجمہ ''شرق اوسط کی ڈائری'' میں آگئی ہے۔

مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی جو اسی زمانے میں ایک دعوتی دورے پر سوڈان گئے ہوئے تھے، ہمارے پہنچنے کے دو ہی تین دن بعد قاہرہ پہنچے اور ہم لوگوں کے ساتھ شامل ہوگئے، چند دن ہمارا قیام "العتبة الخضراء" کے ہوٹل "فندق البرلمان" میں رہا، اس کے بعد ہم لوگ ایک دینی انجمن کے دفتر میں جو "السكة الجديدة" (سوق الصبارفة) کی ایک بالائی منزل پر تھا، قیام پذیر ہوگئے، فرشِ زمین پر ہم چاروں ساتھیوں کی رہائش تھی، بستر سے بستر ملے ہوئے تھے، ایک چھوٹے سے کمرے میں قیام، بازو کے چھوٹے سے کمرے میں جس سے زینہ ملا ہوا تھا، ہمارے ساتھی کھانا تیار کرتے تھے، یہ ہماری قیام گاہ

www.abulhasanalinadwi.org

تھی، جس کا وہ معزز زائرین، اہل علم جنھوں نے میری کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" پڑھی تھی، اور جن کے سامنے ہندوستان کے ایک بین الاقوامی شہرت والے ادارۂ ندوۃ العلماء کا نمائندہ اور معتمد تھا، تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ ان ترقی یافتہ ملکوں میں باہر سے آنے والے مہمانوں اور نمائندوں کی حیثیتِ عرفی کا تعین اس ہوٹل کے درجے اور مرتبے سے کیا جاتا ہے، جہاں وہ قیام کرتے ہیں، مولانا عبیداللہ صاحب اپنے ان تینوں ساتھیوں کے ساتھ ایسے گھلے ملے رہے کہ ذرا بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی دوسرے علمی و دینی ماحول، بلند مرتبہ دانش گاہ (مدرسہ مظاہر علوم) کے ممتاز فاضل اور اپنے وقت کے سب سے بڑے داعی (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) کے معتمد خاص ہیں، وہ ہر گفتگو میں مساویانہ، بے تکلفانہ حصہ لیتے، ممتاز شخصیتوں سے ملاقات کے لیے نہ صرف ساتھ جاتے بلکہ گفتگو کے دوران اہم باتیں نوٹ بھی کرتے جاتے تھے، جن کی مدد سے میں نے اس سفر کا عربی روزنامچہ "مذکرات سائح" تیار کیا، اہم جلسوں اور مجالسِ مذاکرہ میں راقم ہی اظہارِ خیال کرتا، ان کو کسی وقت اس کا خیال نہیں آتا تھا کہ مجھے بھی اس کا موقع دیا جائے، اور میری بھی صلاحیتوں کا اظہار ہو، یہ اخلاص و بے نفسی کا ایک ایسا مظاہرہ تھا، جس میں اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، عارفین کا قول ہے کہ امراضِ نفسانیہ میں جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ "حب جاہ" ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ چیز ان کے دل سے یک دم نکل گئی ہے۔

اس سفر میں مصر میں ہم لوگوں نے دو ایک خالص تبلیغی سفر بھی کیے اور بعض اہم مقامات مثلاً "المحلة الکبریٰ، طنطاء، عزیزیہ" وغیرہ جانا ہوا، وہاں کہیں کہیں ہم لوگوں کے اصرار سے انھوں نے بھی اظہار خیال فرمایا، میرے ذہن کی رعایت کے ساتھ (جو علماء، ادباء کے حلقے میں تبلیغ کے حدود اور نمبروں سے آزاد ہو کر مخاطبین کے ذہن و ذوق، زبان، واسلوب اور وقت کے تقاضوں کے مطابق خطاب کرتا) مولانا عبیداللہ صاحب اپنے کو اسی

www.abulhasanalinadwi.org

تبلیغی نظام اور دائرہ میں محدود رکھتے جس کو انھوں نے مرکز نظام الدین میں اخذ کیا تھا، اور جس کی افادیت کا انھیں یقین تھا، اس اختلافِ ذوق کے باوجود ہم دونوں میں کبھی ناگواری یا بحث کی نوبت نہ آتی، بلکہ ان کی طرف سے احترام واعتراف ہی کا اظہار ہوتا وہ ہر جگہ اور ہر حال میں اپنے معمولات ذکر وتہجد کے پابند رہتے اور ہماری چھوٹی سی قیام گاہ ان کی موجودگی اور ہم خیالی کی وجہ سے ایک چھوٹی سی خانقاہ معلوم ہوتی۔

۲۸ر شعبان ۱۳۷۰ھ (۳ر جون ۱۹۵۱ء) کو راقم سطور اور مولانا عبید اللہ صاحب سوڈان کے لیے روانہ ہوئے، رمضان کا چاند دریائے نیل کے سفر جہاز پر دیکھا اور تراویح اور جماعت کی توفیق ملتی رہی، سوڈان پہنچ کر الخرطوم البحری میں دس روز قیام رہا، سفر کی بڑی غرض سوڈان کے مشہور دینی وروحانی قائد سید میرغنی پاشا کی ملاقات اور ان کے ذریعے سے سوڈان میں تبلیغی دعوت کا آغاز وسلسلہ شروع کرنا تھا، سوڈان میں سخت گرمی کے ایام تھے، پھر بھی ہم نے مختصر قیام سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، جس میں مولانا عبید اللہ صاحب کی رفاقت اور ان کے خلوص وصلاح کو بھی دخل تھا، ۱۲ر رمضان ۱۳۷۰ھ (۱۷ر جون ۱۹۵۱ء) کو ہم قاہرہ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں سے بذریعۂ طیارہ دمشق پہنچے، شام کی کل مدتِ قیام ۴۸ر دن اور دمشق کی مدت قیام ۲۴ دن تھی، شہر کا ہوٹل یا کسی کرم فرما کا مکان، ہم دونوں پہلو بہ پہلو رہے، دمشق سے بیت المقدس اور الخلیل جانا ہوا، بیت المقدس میں قیام سفیر افغانستان شیخ محمد صادق مجددی مرحوم کی مہربانی سے (جو مسجد اقصیٰ میں معتکف تھے) انھی کی قیام گاہ میں ہوا، واپسی پر حمص، حماۃ، معرۃ النعمان، حلب اور ترکی کے حدود "حارم" تک جانا ہوا، ترکی کا بھی ارادہ تھا، مگر بعض مجبوریوں کی بنا پر ملتوی کرنا پڑا، مولانا عبید اللہ صاحب اس پورے سفر میں ایک دن کے لیے بھی ہم سے جدا نہیں ہوئے، اور کہیں انھوں نے اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے اور اپنی موجودگی کا ثبوت دینے کی کوشش نہیں کی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک رفیق اور معاون کی حیثیت سے شریکِ سفر ہیں، یہ تواضع اور ایثار اس

www.abulhasanalinadwi.org

طرح اور اہم ہو جاتا ہے کہ وہ نہ صرف ایک ممتاز عالمِ دین تھے، بلکہ ایک مستقل الفکر داعی دین اور اپنے وقت کی عظیم ترین دعوت (تبلیغ) کے مستند ترجمان اور اس کے داعی اول کی زبان بھی تھے۔

مشرق وسطیٰ کے اس طویل سفر کی واپسی پر مولانا عبیداللہ صاحب کا کئی سال حجاز میں قیام رہا، اور وہی دعوت و جماعت کے امیر و ذمہ دار تھے، پھر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے مشورے سے وہ مرکز تبلیغ نظام الدین بلا لیے گئے، اور ان کے رفیق کار اور ''ثانی اثنین'' مولانا سعید احمد صاحب (ساکن کھیڑا افغان ضلع سہارن پور و حال مقیم رائیونڈ پاکستان) حجاز میں جماعت کے امیر و ذمہ دار قرار پائے اور انھوں نے اسی طرح اصول اور معیار کے ساتھ جس کی بنیاد مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے ڈالی تھی، دعوت و جماعت کی قیادت کی، یہاں تک کہ چند حالات و اسباب کی بنا پر ان کو بھی برِصغیر ہند و پاک آنا اور اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانا پڑا۔ وللہ الأمر من قبل و من بعد.

مولانا عبیداللہ صاحب سالہا سال سے بعض عوارض اور جسمانی فربہی کی وجہ سے نقل و حرکت سے تقریباً معذور ہو گئے تھے، لیکن ایسی حالت میں جب وہ دوسروں ہی کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے تھے، ملک و بیرون ملک کے درجنوں سفر کیے، مرکز میں بھی وہ اپنے ارشادات و ہدایات سے وارد ین و صادرین کو مستفید فرماتے رہتے تھے، آخر میں باندہ کے ایک تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لیے باندہ تشریف لے گئے، واپسی میں اپنے قدیم تعلق و روابط کی بنا پر (۱) مولانا دار العلوم ندوۃ العلماء میں اترے، اساتذہ اور عملۂ دار العلوم کے ایک خصوصی اجتماع میں خطاب خاص اور دار العلوم کی مسجد میں خطاب عام فرمایا۔

افسوس ہے کہ راقم اس زمانے میں جنوبی ہند کے سفر میں تھا، اس آخری ملاقات اور خطاب سے محروم رہا، یہاں سے واپس جانے کے ایک ہفتے کے بعد ہی انھوں نے داعیِ

(۱) مولانا نے اپنے دو فرزندوں مولوی عبدالرشید اور مولوی عبدالرحیم کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم بھی پائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اجل کو لبیک کہا کہ اور جس آستانے پر وہ کشتیاں جلا کر بیٹھے تھے، جان جان آفریں کے سپرد کی اور ان کو یہ شعر پڑھنے کا حق ہوا ۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

رحمه الله رحمة الأبرار ورفع درجاته في الصالحين والأخيار.

www.abulhasanalinadwi.org